افکار

ضبط تولد ـــ یتیم پوتے کی وراثت
اسلامی تعزیرات ـــ زندگی کا بیمہ

مولانا ابو الکلام آزاد کی نظر میں

سیاسیات میں مولانا ابو الکلام آزاد کی جو راہ تھی ، اس سے مسلمانوں کا اختلاف معلوم ہے، لیکن ان کی علمی و ادبی خدمات' ان کے تبحر علمی اور دینی مسائل میں ان کی بصیرت و آ گہی کا عام طور پر اعتراف کیا گیا ہے -

مولانا ابو الکلام آزاد کی یہ بہت بڑی خصوصیت ہے کہ ایک طرف تو وہ اسلامی علوم و معارف ' اسلامی احکام اور اس کے فلسفہ و حکمت کا وسیع علم رکھتے ہیں ' دوسری جانب وہ عصر حاضر کی انسانی زندگی کے تقاضوں کو خوب اچھی طرح جانتے ہیں - وہ جانتے ہیں کہ زندگی اپنے کچھ مطالبات رکھتی ہے ' جن سے انکار نہیں کیا جا سکتا اور نہ ان کا جواب محض منطق سے دیا جا سکتا ہے اور نہ جذبات ہی سے ان کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے - بیشک، منطق سے ہمیں مسائل کے تحلیل و تجزیہ میں مدد ملتی ہے اس سے روز مرہ زندگی کے مسائل حل نہیں ہوتے - اس لئے مولانا عملی زندگی کے مسائل کا جواب محض جذبات اور منطق سے نہیں دیتے بلکہ ان کا جواب ٹھوس حقائق پر مبنی ہوتا ہے - ان کے جواب کی صحت اور عدم صحت پر گفتگو کی جاسکتی ہے لیکن ان کے انداز فکر کی اہمیت اور ان کے جواب کے وزن سے انکار نہیں کیا جاسکتا - واقعہ یہ ہے کہ اگر زندگی کے مسائل کا حقیقت پسندانہ انداز میں جواب نہ دیا جائے تو زندگی خود ہی ایک سانچے میں ڈھل جاتی ہے - اب

حالت یہ ہے کہ عوام بالعموم زندگی کے مسائل کے بارے میں کوئی واضح تصور نہیں رکھتے انہیں زندگی کے ہرھر قدم پر رہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن اگر بروقت ان کی رہنمائی نہ کی جائے تو وہ خود اپنے لئے ایک مذھب عمل اختیار کر لیتے ھیں ' جو ضروری نہیں کہ صحیح ہو۔ مذھب سے دوری کے اسباب میں یہ سبب بہت اھم اور بنیادی ہے۔

زندگی کے بیشمار مسائل ھیں جن میں نہ صرف یہ کہ علماء نے کوئی رہنمائی نہیں کی بلکہ وہ ان کے حل کے راستے میں روک بن کر کھڑے ہوگئے اور اس طرح ان مسائل کے بارے میں سنجیدگی کے ساتھ سوچنے سے انکار کیا گیا۔ عوام نے ضرورت کے تحت اور حالات سے مجبور ہوکر بہر حال ایک مذھب عمل اختیار کیا اور ایک وقت آیا کہ علماء کو بھی اپنا پہلا مقام چھوڑنا پڑا بعض نے تو صاف صاف اعتراف شکست کیا اور عوام کے مذھب عمل ھی کو اپنا لیا - کچھ اس کے لئے تو تیار نہ ھوئے البتہ انہوں نے مسائل پر سنجیدگی سے غور ضرور کرنا چاھا لیکن اب عوام اتنی دور جا چکے تھے کہ نہ تو ان کو لوٹایا جا سکتا تھا اور نہ علماء ھی ان کا ساتھ دے سکتے تھے - بعد از وقت غور و فکر پر آمادگی کا نتیجہ بھی کچھ کم مضر ثابت نہیں ھوا - اسی کا نتیجہ ہے کہ عوام کی روز مرہ عملی زندگی اور علماء کے فکر میں اتنی وسیع خلیج حائل ھو گئی ہے جسے پاٹا نہیں جا سکتا - یہ احساس علماء کو بھی ہے لیکن ھماری رواں دواں زندگی میں روز ایسے موڑ آتے ھیں کہ علماء ٹھٹک کر رہ جاتے ھیں اور عوام علماء کی رہنمائی سے محروم زندگی کی روانی میں بہہ کر کہیں سے کہیں جا پہنچتے ھیں -

آج ھماری زندگی کے کچھ مسائل ھیں - زمانہ ھم سے کچھ مطالبات رکھتا ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم نے ان میں سے بعض مسائل کا جواب دیا ہے۔ اگر ھم چاھیں تو مولانا کے پیش کردہ حل اور ان کے جواب سے استفادہ کرسکتے ھیں۔ موجودہ حالات میں ھمارے لئے اس سے بہتر کوئی مذھب عمل نہیں ھو سکتا - حالات کی قدرتی رفتار بتاتی ہے کہ یہ حل ھمیں اپنانا ھی پڑے گا - سوال صرف یہ ہے کہ اسے آج ھم بطیب خاطر اپناتے ھیں یا کل حالات سے مجبور ھو کر۔

ضبط تولید :۔

ایک صاحب نے مولانا سے ضبط تولید کی شرعی حیثیت کے بارے میں استفسار کیا تھا - اسی سلسلے میں عزل کا مسئلہ بھی آ گیا - نیز جرمنی میں ناقابل اصلاح اور لاعلاج بدکاروں کو قانوناً میکانی طریق پر بے کار کر دینے کے متعلق دریافت کیا گیا تھا کہ سوسائٹی کو ایسے لوگوں سے بچانے کے لئے ان تدابیر کا اختیار کرنا کہاں تک جائز ہے ؟ مولانا نے اس استفسار کے جواب میں ان خیالات کا اظہار فرمایا :

” بظاہر کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ برتھ کنٹرول کے سلسلے میں شرع مداخلت کرے - یہ ایک خالص طبی اور اجتماعی مسئلہ ہے - اگر اصحاب علم محسوس کریں کہ سوسائٹی کے مصالح کے لئے اس کی ضرورت ہے تو ضرور اس کے حق میں رائے دے سکتے ہیں - اس طرح کی تمام باتوں کو مصالح مرسلہ میں سمجھنا چاہئے اور ان کا دروازہ پوری طرح باز ہے -

” مذہبی اور اخلاقی نقطۂ نگاہ سے یہ بات کہی گئی ہے کہ اگر برتھ کنٹرول کے طریقے عام ہو گئے تو غیر شادی شدہ عورتوں کو جو اندیشہ ہوتا ہے وہ جاتا رہے گا - لیکن یہ اعتراض چنداں وقیع نہیں معلوم ہوتا - جو بگڑنے والی ہوتی ہیں ، وہ بگڑتی ہی ہیں - محض اس اندیشہ کی دیوار سے اخلاقی روک قائم نہیں رہ سکتی - بلاشبہ ضبط نفس اصل آئیڈیل ہے - لیکن معلوم ہے کہ عملاً چل نہیں سکتا - کم از کم اس وقت تک کا انسانی تجربہ یہی ہے - ایسی حالت میں جو لوگ طبی، منزلی ، خاندانی، اجتماعی اور اقتصادی مقتضیات پر زور دیتے ہیں یقیناً ان کے دلائل کی قوت سے انکار نہیں کیا جا سکتا - عزل کے متعلق دونوں طرح کی روایتیں موجود ہیں - اور تطبیق کی صورت یہی نکالی گئی ہے کہ اصل جواز ہے بشرطیکہ کوئی ایک فریق ہی نہیں بلکہ فریقین چاہیں -

” ہٹلر والے معاملے میں بھی کوئی شرعی رکاوٹ محسوس نہیں کرتا - شریعت علل و اسباب کی منکر نہیں بلکہ ان کی رعایت پر زور دیتی ہے - اگر

ماهرین فن کو یقین هو جائے که فلاں مرد یا عورت لا علاج حد تک پہنچ گئے هیں اور اب ان سے سوسائٹی اور نسل کو تعدیه کا یقینی اندیشه ہے تو یقیناً حکومت ایسا جبری انتظام کر سکتی ہے که تعدیه روکے - اب اگر کوئی بے ضرر عمل جراحی ایسا نکل آیا ہے که انہیں ضرر رسانی سے معطل کر دیا جا سکتا ہے اور ان کی ہستی کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا تو اس کے اختیار کرنے سے شرع کیوں مانع هو -

البته اگر دوسرے وسائل موثر کام میں لائے جاسکتے هیں تو یقیناً ترجیح انهی کو هوگی - — "

(ماهنامه الحکیم لاهور -
نومبر ۱۹۳۹ع ص ۱۲۹)

یتیم پوتے کی وراثت :-

یتیم پوتے کی وراثت کا مسئله همارے هاں پچھلے چند برسوں میں زور و شور کے ساتھ زیر بحث آ چکا ہے - اس مسئله میں مولانا آزاد مرحوم کی رائے کا مطالعه دلچسپی سےخالی نه هوگا-ڈیره غازی‌خاں کے ڈاکٹر یار محمدخاں صاحب کے استفسار کے جواب میں مولانا تحریر فرماتے هیں :

" فقہا نے پوتے کے محجوب الارث ہونے کی بنیاد اس امر پر رکھی ہے که جب تک ایک شخص زنده ہے، وه اپنی مقبوضات کا مالک ہے - اس کی جائیداد ورثه جبهی هوگی جب وه انتقال کر جائے - زندگی میں هبه سکتا ہے ' ارث نہیں ہے - اب اگر ایک باپ کی جائیداد نے ورثه کی نوعیت اختیار هی نہیں کی تھی اور جب وه خود ایک چیز کا مالک نہیں هوا ' تو اس کی اولاد کیوں کر ملک کا دعویٰ کر سکتی ہے -

" لیکن حق یه ہے که ان کی نظر صرف ایک علت کی طرف کی گئی اور تمام علل و اصول جو اس باب میں ثابت و معلوم هیں نظر انداز کر دئے گئے - صحیح یہی ہے که محجوب کی اولاد کو بھی حصه ملنا چاهیئے — "

(مکتوب مورخه ۲۷ فروری ۱۹۳۶ع)

اسلامی تعزیرات :۔

ہمارے ملک میں کچھ حضرات بار بار اور بڑی شدت کے ساتھ اسلامی تعزیرات کے نفاذ کا مطالبہ کرتے ھیں ۔ ان کے خیال میں اسلامی تعزیرات کی عبرت انگیزی اور اس کی دہشت لوگوں کو جرائم سے روک دے گی ۔ اگرچہ وہ اس مطالبے میں مخلص ھیں لیکن بہت سے حقائق کو وہ نظر انداز کر دیتے ھیں ۔ مسئلہ کا اصل علاج وہ نہیں جو یہ حضرات پیش کرتے ھیں ۔ اس مسئلہ میں بھی مولانا کا فکر بہت بلند اور بصیرت افروز ھے مولانا کے جواب میں اصل مسئلہ کا حل بھی موجود ھے ۔ جناب رئیس احمد جعفری ندوی صاحب کے ایک سوال کے جواب میں مولانا نے فرمایا تھا :

''اسلام بجائے خود ایک نظام ھے اور یہ نظام اپنے تمام جزئیات کے ساتھ ھی بروئے کار آسکتا ھے ۔ آج اگر زانی کو سنگ سار کر دیا جائے اور چور کے ھاتھ کاٹ دئے جائیں تو یہ ظلم ھوگا ۔

''لیکن اگر اسلام کا نظام برسر عمل ھو۔ ایسی سہولتیں مہیا کر دی جائیں کہ فطرت صحیح چوری یا زنا کی طرف مائل ھی نہ ھو سکے اور پھر بھی کوئی شخص زنا کرے یا چوری کا سرتکب ھو تو یقیناً وہ اس کا مستحق ھوگا کہ اسے عبرت انگیز سزا دی جائے ـــ ''

(دید و شنید ص ۵۲
از رئیس احمد جعفری ندوی)

اسلام میں عورت کی سربراھی :۔

پاکستان میں یہ مسئلہ پچھلے دنوں سخت رد و قدح کا موضوع بن چکا ھے ۔ علماء کرام کا جو گروہ عورت کی سربراھی کے عدم جواز کا قائل ھے، اس کے دلائل میں بخاری کی ایک روایت کو خاصی اھمیت حاصل رھی ھے مولانا مرحوم کی وفات سے کئی سال پہلے اسلام میں عورت کی حیثیت اور بخاری کی اسی مشہور روایت کی نسبت ایک صاحب نے مولانا سے استفسار کیا تھا مولانا رحہ نے جواب میں تحریر فرمایا :

"آپ نے لکھا ہے کہ لما بلغ النبی صلعم ان فارس ملکوا ابنۃ کسریٰ قال لن یفلح قوم و لوا امرھم امرأۃ (رواہ البخاری)

سوال اس بارے میں یہ نہیں ہے کہ عورتوں کو حکمران بنانا کوئی خاص فضلیت کی بات ہے۔ بحث صرف اس میں یہ ہے کہ جو طریقے جمہوری نظام حکومت کے اب بن گئے ہیں اور جن کی رو سے لوگوں کو اپنے نمائندے چننے کے لئے حق دیا گیا ہے، وہ حق صرف مردوں کے لئے مخصوص کیا جائے یا اس میں عورتوں کو بھی شریک کیا جائے۔

اسلام نے دوسرے مذاہب کی طرح عورت کی حیثیت مرد کے سائے میں نہیں رکھی بلکہ اسے مستقل حیثیت دی ہے اگر اسلامی احکام کی رو سے عورت اپنا الگ کاروبار کر سکتی ہے اور اگر جائیداد پیدا کر سکتی ہے تو اپنے شوہر باپ بھائی سے الگ پارلیمنٹ میں کیوں نہیں رائے دے سکتی۔

للرجال نصیب مما کتسبوا وللنساء نصیب مما اکتسبن۔

(ملفوظات آزاد ص ۱۱۵ طبع دہلی)

زندگی کا بیمہ :-

بیمہ زندگی کے بارے میں بھی ابھی تک ہمارے ملک میں عوام و خواص طرح طرح کے شکوک و شبہات میں مبتلا ہیں۔ اور اس مفید نظام سے خاطر خواہ فائدہ نہیں اٹھا رہے ہیں۔

مولانا آزاد مرحوم نے اس کے بارے میں غیر مبہم الفاظ میں فرمایا:

"جہاں تک اسلام کے احکام کا میں نے مطالعہ کیا ہے، میں پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ زندگی کا بیمہ کرانا کسی طرح بھی اسلامی احکام کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ مجھ سے جب کبھی کسی مسلمان نے اس بارے میں دریافت کیا ہے تو میں نے ہمیشہ اسے یہی جواب دیا ہے —"

اسی طرح مقصود علی خان قریشی (بکل گوڑہ۔ اورنگ آباد) کے ایک استفسار کے جواب میں مولانا فرماتے ہیں کہ:

'' سرکاری انشورنس فنڈ اور بیمہ کمپنیوں سے فائدہ اٹھانے میں کوئی مذھبی حکم مانع نہیں ھے — ''

(ملفوظات آزاد ص ۱۳۱ مطبوعہ دھلی)

لیکن ضروری ھے کہ اس سلسلے میں مولانا مرحوم کی دوسری تصریحات کو بھی پیش نظر رکھا جائے - ان سے معلوم ھوتا ھے کہ ھندوستان، پاکستان میں یا دنیا میں اس وقت جو نظام قائم ھیں ان کے تحت ھم اس نظام بیمہ سے فائدہ اٹھا سکتے ھیں - لیکن اگر کسی جگہ وہ نظام اجتماعی قائم ھو ، جو قرن اول کے مسلمانوں نے قائم کیا تھا تو چوں کہ اس میں زندگی کے مسائل کو اس سے بہتر طریقے پر حل کر دیا گیا ھے جو بیمہ کے محرک ھوتے ھیں اس لئے نظام بیمہ کی ضرورت ھی باقی نہیں رھے گی - مسلمانوں کا اصل آئیڈیل وہ نظام اجتماعی ھے - یہ نظام بیمہ نہیں اس لئے اس سے صرف موجودہ حالات میں فائدہ اٹھایا جاسکتا ھے -

مرسلہ : شاھد سلمان ، کراچی